Dareecha-e-Tahqeeq
دریچۂ تحقیق

ISSN PRINT 2958-0005 ISSN Online 2790-9972
VOL 5, Issue 1
www.dareechaetahqeeq.com dareecha.tahqeeq@gmail.com

ڈاکٹر شازیہ رزاق

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی لاہور۔

خود انتقادی اور امن فکر اقبالؒ کی روشنی میں

Dr. Shazia Razzaq
Assistant Professor, Department of Urdu, Lahore College For Women University Lahore.

Self-Accountability And Peace In The Light Of The Thoughts Of Allama Iqbal

Allama Iqbal's poetry and prose have been examined from different angles. And after reading Allama's "Shazrat-e-Fikr-e-Iqbal"(stray reflections) I realized that these shazrats have vast meanings hidden in themselves. There are some short sentences on which many research and critical papers can be outlined. But the most important aspect to which my thought is flawed attention is the attribute of "self- accountability ", if there is rational moderation and balance in this attribute, it enhances the personality and personality is very important part of Allama'. Whether it is the progress and success of the individual or the welfare and development of a nation and a party, there is an urgent need for "self-accountability " in every two respects, this attribute causes such balance and moderation in individuals and nations, which is actually called beauty, and this beauty eventually develops and becomes eternal.

Keywords: Self – accountability, Iqbal , Beauty, Personality, stray reflections

علامہ اقبالؒ کے کلام نظم ونثر کو مختلف زاویہ ہائے فکر سے پرکھا گیا ہے۔اور مجھے علامہ کے ''شذرات فکر اقبال'' کے مطالعہ کے بعد یہ احساس ہوا کہ یہ شذرات اپنے اندر جہانِ معانی چھپائے ہوئے ہیں۔ بعض مختصر جملے ایسے ہیں جن پر کئی مقالات کا خاکہ بنایا جا سکتا ہے۔ لیکن سب سے اہم پہلو جس کی جانب میری فکر ناقص نے توجہ کی وہ ''خود انتقادی'' کی صفت ہے اس صفت میں عقلی اعتدال و توازن ہو تو شخصیت کو نکھار دیتی ہے اور علامہ کے ہاں شخصیت کو بہت اہمیت حاصل ہے۔

فرد کی ترقی اور کامیابی ہو یا ایک قوم اور جماعت کی فلاح وارتقا ہر دو حوالوں سے ''خود انتقادی'' کی اشد ضرورت ہے یہ صفت افراد و اقوام میں ایسے توازن اور اعتدال کو پیدا کرنے کا سبب بنتی ہے جسے حقیقت میں حسن کہا جاتا ہے اور یہ حسن آخر کار ترقی پا کر بقائے دوام کا حامل ہو جاتا ہے۔

اسلام تمام شعبہ ہائے زندگی میں اعتدال اور توازن کا درس دیتا ہے۔اسلام میں حق کے مطالبہ کی بجائے ایتائے حق کی بات کی جاتی ہے اسلام میں دوسراوں کے حقوق کی پاسداری کا حکم ہے یہاں تک کہ کہ احسان کے درجہ پر پہنچ جائیں اسلام کا تصور احسان معاشرے میں نا من اور آشتی کی ضمانت دیتا ہے۔

" انسانی حقوق کا عالمی منشور جن چھ بنیادی نکات پر استوار ہے، وہ بڑی خوبی سے خطبہ حجۃ الوداع میں بیان ہوئے ہیں۔ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

(1)زندگی کا حق...انسانی جان بہت اہم اور بیش قیمت ہے، چناں چہ اُسے تحفظ دینے کے لیے ہر ممکن اقدامات ہونے چاہییں۔ اسلام مذہب، نسل اور جنس سے ماوراء ہو کر تمام انسانوں کو زندہ رہنے کا حق عطا کرتا ہے۔(2)آزادی کا حق...ہر انسان فطری طور پر آزاد پیدا ہوا ہے۔ ہر فرد یہ پیدائشی حق رکھتا ہے کہ وہ آزادی کی تمام اقسام یعنی جسمانی، ثقافتی، معاشی اور سیاسی آزادیوں سے فائدہ اٹھائے۔اسی کیٹگری میں ''آزادی رائے'' ''آزادیِ نقل وحرکت'' اور ''آزادی مذہب'' کے حقوق بھی شامل ہیں۔(3)تشدد سے تحفظ کا حق... کسی انسان پر جسمانی و ذہنی تشدد نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی اُسے بے عزت کیا اور دھمکایا جائے گا۔ کسی سے زبردستی اقبال

جرم نہیں کرایا جاسکتا۔(4) جائیداد رکھنے کا حق...اسلام کسی تمیز کے بغیر تمام شہریوں کو جائیداد خریدنے کا حق دیتا ہے۔اسلامی مملکت میں حکومت بے وجہ کسی انسان کی جائیداد ضبط نہیں کر سکتی۔دوسری صورت میں شہری کو معقول معاوضہ دینا پڑتا ہے۔(5) معاشرتی تحفظ (سوشل سکیورٹی) کا حق... اسلامی معاشرے میں آباد ہر شہری یہ حق رکھتا ہے کہ وہ وسائل کے مطابق خوراک، رہائش، لباس، تعلیم اور علاج کی سہولتیں حاصل کرے۔یہ معاشرے کی ذمے داری ہے کہ وہ ان مرد و زن کی مدد کرے جو عارضی یا دائمی معذوری کے سبب اپنے اخراجات برداشت نہیں کر سکتے۔(6) تعلیم کا حق...مرد ہو یا عورت، ہر انسان اپنی صلاحیتوں کے اعتبار سے تعلیم پانے کا حق رکھتا ہے۔ہر فرد اپنی شخصیت کی تعمیر و ترقی کے لیے تمام مواقع پاتا اور آزاد ہے کہ کوئی بھی پیشہ اختیار کرے۔ دور حاضر میں انسانی حقوق کے ارتقاء کا سرسری جائزہ لیا جائے تو پتا چلتا ہے کہ مغرب میں حقوق انسانی کے تصور کی دو تین صدیوں قبل کوئی تاریخ نہیں ہے، جب کہ نبی پاک ﷺ نے چودہ سو سال پہلے ہی حقوق انسانی کا ایک جامع تصور انسانیت کے سامنے پیش کر کے بذاتِ خود اسے عملی جامہ پہنا کر ایک صالح معاشرے کی تشکیل کی۔رسول اکرم ﷺ نے حقوقِ انسانی کے صحیح نفاذ اور انہیں عملی زندگی سے مربوط کرنے کے لیے فکر آخرت سے جوڑ دیا جس کے باعث بندوں کے اندر حقوقِ انسانی کی رعایت و حفاظت کی ایسی اسپرٹ پیدا ہوگئی کہ بندہ از خود حقوق انسانی کا محافظ بن جاتا ہے۔رسول اللہ ﷺ نے جو مربوط نظام، انسانی حقوق کا پیش کیا، وہ زندگی کے تمام شعبوں پر محیط ہے، جن میں احترام انسانیت، بشری نفسیات و رجحانات اور انسان کے معاشرتی، تعلیمی، شہری، ملکی، ملی، ثقافتی، تمدنی اور معاشی تقاضوں اور ضروریات کا مکمل لحاظ کیا گیا ہے۔" [1]

ان حقایق کے پیش نظر اسلام کا پیغام امن اور احسان کا پیغام ہے اور احسان کے درجہ تک وہی پہنچ سکتا ہے جو خود انتقادی کے عمل سے گزرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔علامہ اقبال نے اپنی تحریروں میں اسلام کی تعلیمات کو پیش نظر رکھا ہے اور ان کے کلام کو قران کا پیغام کہا جاتا ہے چنانچہ ان کی نثر خاص طور پر شذرات بھی اس کی واضح دلیل ہیں۔علامہ نے کہا تھا:

''عقل انسانی فطرت کی جانب سے خود انتقادی کی ایک کوشش ہے''۔[2]

بلاشبہ اپنی ذات سے کھرے کھوٹے کو الگ کرنے اور کھرے کی پہچان قائم رکھنے کے ساتھ ساتھ اُسے مزید جلا بخشنے کے لیے عقل ہی مددگار ہے چنانچہ عقل کے بل پر انسان ایک فرد کی حیثیت سے اپنے حسن و قبح کا ادراک کرتا ہے اور پھر خود شناسی کے اس مرحلے سے گزرتا ہوا اپنی ذات میں حسن مطلق کی صفات کو پروان چڑھانے کی کوشش کرتا ہے۔اسی سے شخصیت تابندہ ہوتی ہے اور اسے وہ جِلا ملتی ہے جس کی جھلک اس فرد کے عمل میں نظر آتی ہے یوں دیے سے دیا جلتا ہے اور فرد فرد مل کر قوم یا جماعت کا ارتقا ممکن ہوتا ہے:

ے افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر
ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارا [3]

جب انسان خود شناسی کی طلب میں خود انتقادی کو اپناتا ہے تو تراشیدہ ہیروں کا ظہور ہوتا ہے یہ تراشیدہ ہیرے قوم اور جماعت کے سر کا تاج اور غرور ہوتے ہیں لیکن یہ تراشیدگی آسان نہیں۔ہیرے تراشنے کا عمل بہت پیچیدہ ہوتا ہے اس میں ٹوٹنے، بھٹکنے اور بکھرنے کا اندیشہ بھی ہوتا ہے۔علامہ شخصیت کے لیے خود انتقادی کی ضرورت سے آگاہ تھے اسی لیے خود شناسی کا سبق دیتے ہوئے انھوں نے عقل کے پاسبان کو بھی ضروری گردانا۔علامہ نے اس چراغ کے ذریعے اپنی منزل کا سراغ لگانے کی بات کی ہے وہ کہتے ہیں:

ے نگاہ وہ نہیں جو سرخ و زرد پہچانے
نگاہ وہ ہے کہ محتاج مہر و ماہ نہیں [4]

جب ایک فرد خود شناسی کے لیے اس صفت کو اپناتا ہے تو درجہ بدرجہ اس میں ایسے خواص ظاہر ہونے لگتے ہیں جو اُسے شاہین صفت مرد کامل بنا دیتے ہیں اور یہی مرد کامل انسانیت کی معراج ہے جو امن کا پیامبر ہوتا ہے اور جس سے بجز محبت اور امن کے قوموں اور جماعتوں کو ترقی و فلاح نصیب ہوتی ہے۔ مختلف ڈکشنریوں اور انسائیکلو پیڈیاز کی روشنی میں امن کا مفہوم یوں متعین کیا جاسکتا ہے: ''آسودگیٔ قلب، داخلی اطمینان و سکون، ہیجانی کیفیات سے نجات حاصل کرنا، معاشرتی اعتبار سے باہمی تعاون و اشتراک، سازگاری کی عمومی فضائ، حقوق و فرائض کی متوازن ادائیگی اور معاشرتی حسن و خوبی اس کے مفہوم میں شامل

ہے۔''یوں امن عالم (جس کا تصور اسلام نے دیا ہے) صرف جنگ و قتال کی عدم موجودگی ہی کا نام نہیں رہ جاتا بلکہ یہ انسان کی انفرادی معاشرتی، مذہبی و اخلاقی اور بین الاقوامی زندگی میں اطمینان اور بے خوفی کے وسیع مفہوم کے سمیٹے ہوئے ہیں اور اس مثالی کیفیت کا نام ہے جہاں زندگی کے تمام شعبے شاہراہِ ترقی پر اندیشۂ رہزنی کے بغیر سفر کرتے ہیں۔ ۵

امن و امان کی اس کیفیت کا حصول تب ممکن ہے جب معاشرے کا ہر فرد خود آگاہ ہو تا کہ خود انتقادی کے ذریعے انفرادی طور پر امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا مظاہرہ کر سکے۔ علامہ کہتے ہیں:

؎ خود آگہاں کہ ازیں خاکداں بروں جستند
طلسم مہر و سپہر و ستارہ بشکستند ۶

اُن کا ماننا ہے کہ اگر ایک فرد بھی صاحب یقین ہو تو قوم میں یہ روشنی پھیلنا یقینی ہے اور بعض اوقات صرف ایک صاحب یقین ہی باطل قوتوں کو شکست دینے کے لیے کافی ہوتا ہے:

؎ آگ اس کی پھونک دیتی ہے برنا و پیر کو
لاکھوں میں ایک بھی ہو اگر صاحب یقین ۷

علامہ در اصل تعمیر شخصیت کو بہت اہم گردانتے ہیں یہی وہ قوت ہے جو انسان کو اثبات خودی کی منزل سے آشنا کرتی ہے۔

"اثباتِ خودی اور تعمیر شخصیت ایک مسلسل عمل ہے، جس کے بغیر انسان مقامِ انسانیت کو حاصل نہیں کر سکتا۔ نیابتِ الٰہی کے تقاضے صرف تسخیر کائنات اور اصلاحِ تمدّن ہی کے ذریعے انجام دیے جا سکتے ہیں۔ 'خودی' ایک بے لگام قوت کا نام نہیں ہے، بلکہ یہ خدا پرستی اور اخلاقی تربیت سے ترقی پاتی ہے۔ عشق اس کی قوتِ محرکہ ہے، جب کہ مادی قوت کو دین کی حفاظت اور پوری دنیا میں نظامِ حق کے قیام کے لیے استعمال کرنا اس کی اصل منزل ہے۔ یہی خلافتِ الٰہی ہے، اور یہی انسان کا مشن ہے" ۸

علامہ قوم کی ترقی اور معاشرے میں امن کے داعی ہیں اور اس کے لیے وہ ضروری سمجھتے ہیں کہ نوجوان خاص طور پر خود آگاہ ہوں۔ خود آگہی کے لیے اپنے اندر خود انتقادی کی صلاحیت پیدا کریں تا کہ ان کا ہر قدم ہر فعل اور ہر سوچ انتقاد کی چھان پھٹک سے گزر کر عمل پذیر ہو۔ اسی میں اقوام کی بقا مضمر ہے۔ علامہ نے نوجوانوں کو بارہا خود شناسی، خود آگہی کا پیام دیا ہے کیونکہ ان کا کہنا ہے:

؎ وہی جواں ہے قبیلے کی آنکھ کا تارا
شباب جس کا ہے بے داغ ضرب ہے کاری ۹

کاری ضرب اور بے داغ شباب کی ظہور پذیری کے لیے خود انتقادی ضروری ہے اور جب معاشرے کے افراد ان خصوصیت کے حامل ہوں تو اس معاشرے میں امن خود بخود پیدا ہو جاتا ہے۔ اگر بیرونی، باطل قوتیں حملہ آور ہوں بھی تو صاحب یقین اپنی طاقت ایمانی سے انھیں شکست دیتا ہے۔ میں نے کہا تھا کہ شذرات میں لکھا گیا ایک جملہ ایک مقالے کا متقاضی ہے۔ علامہ نے خود انتقادی کے حوالے سے جو جملہ لکھا وہ حقیقت میں تشریح و توضیح کے دوران ایک مقالے کی سی حیثیت اختیار کر گیا ہے۔ مجھے علامہ کی خودی کا فلسفہ، مرد کامل کی صفات، یقین و خیال کی قوت، عقل و دل کا فلسفہ یا تصور، تعلیم، مذہب، افراد، معاشرہ، طاقت، اختیار، عوام غرضیکہ وہ سارے تصورات اپنی جانب کھینچ رہے ہیں جو ان کے کلام میں جا بجا بکھرے ہوئے ہیں اور کی تشریح و توضیح میں کئی کتابیات لکھی جا چکی ہیں۔ اس کی وجہ علامہ کی وہ زیرکی اور سوچ کا وہ ارتکاز ہے جو انھیں ایک ٹھوس، جامع اور مکمل فکر یا تصور عطا کرتا ہے۔ شذرات اُن کے تاثرات ہیں لیکن ان تاثرات میں بھی اتنی گیرائی و گہرائی ہے کہ قاری ورطہ حیرت میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ شذرات فکر اقبال میں علامہ نے ایک جگہ لکھا ہے:

'' کردار ہی وہ غیر مرئی قوت ہے جس سے قوموں کے مقدر متعین ہوتے ہیں''۔ ۱۰

گویا اچھے اور مضبوط کردار ہی مضبوط اور مستحکم قوم کو وجود میں لاتے ہیں اگر کردار کمزور اور ناقص ہوں تو معاشرے کی بقا خطرے میں پڑ جاتی ہے۔

علامہ نے شذرات میں ہی لکھا ہے:

''شخصیت کی بقا ہمارے اپنے اختیار میں ہے اس کے حصول کے لیے جدوجہد ضروری ہے''۔۱۱

دراصل بحیثیت انسان ہم قوموں کا ایسا مجموعہ ہیں جس کے عناصر کی ترتیب میں اختلاف کی گنجائش موجود ہے۔ ہمیں اس حقیقت کو جان لینے کے بعد یہ کوشش کرنا ہوتی ہے کہ شخصیت کی قوتوں اور توانائی کو بچائیں۔ دراصل شخصیت انسان کا عزیز ترین سرمایہ ہے علامہ کے الفاظ میں اس کو خیر مطلق قرار دینا چاہیے اور اپنے تمام اعمال کی قدر و قیمت کو اسی معیار پر پرکھنا چاہیے:

''خوب وہ ہے جو شخصیت کے احساس کو بیدار کر رہا اور ناخوب وہ ہے جو شخصیت کو دبا کے اور بالآخر اسے ختم کر دینے کی طرف مائل ہے''۔۱۲

علامہ دراصل شخصیت کو قومی دیکھنا چاہتے ہیں جس کے لیے خود انتقادی ضروری ہے۔ وہ شخصیت کو مضبوط سے مضبوط تر کرنے کی بات کرتے ہیں۔ انھوں نے ایک جگہ لکھا ہے:

''قوت میں صداقت ہے زیادہ الوہیت ہے خدا قوی ہے تو بھی اپنے آسمانی باپ کی طرح قوی ہو جا''۔۱۳

علامہ کا ماننا تھا کہ ایک مضبوط کردار سے ہی قوموں کی تشکیل ہوتی ہے اور یہ مضبوط کردار ہی اپنی دنیا آپ پیدا کر سکتا ہے یہ اپنے ماحول کو خود تخلیق کرتا ہے اور یہی وہ مرد قلندر ہے جو مہر و مہ و انجم کا محاسب بن سکتا ہے۔ شذرات میں لکھتے ہیں:

''قوی انسان ماحول تخلیق کرتا ہے کمزوروں کو ماحول کے مطابق اپنے آپ کو ڈھالنا پڑتا ہے''۔۱۴

علامہ نے معاشرے میں فرد کی اہمیت کو تسلیم کرایا ہے وہ کہتے ہیں کہ اگر فرد خود شناس ہو جائیں اور خود انتقادی کے عمل سے گزر کر کندن بن جائیں تو معاشرہ یا عوام ایسے افراد کو سر آنکھوں پر بٹھاتے ہیں اور انہی سے پہچانے جاتے ہیں۔ علامہ نے خود انتقادی کے حوالے سے شخصیت میں ضبط نفس کی موجودگی کو ضروری قرار دیا ہے کہتے ہیں:

''ضبط نفس افراد میں ہو تو خاندانوں کی تعمیر ہوتی ہے قوموں میں ہو تو سلطنتیں قائم ہوتی ہیں''۔۱۵

علامہ افراد اور قوموں کی ترقی کے لیے مقصد کے تعین کی بات بھی کرتے ہیں۔ اگر معاشرے میں اعلیٰ کردار کے حامل افراد ہوں تو وہ معاشرہ بھی اعلیٰ اقدار کا حامل ہوتا ہے۔ علامہ نے صرف اعلیٰ کردار کی ہی نہیں بلکہ ایسے کردار کی بات کی ہے جو اپنے پیش نظر اعلیٰ مقاصد رکھتا ہے اور ان کے حصول کے لیے کوشاں ہوتا ہے۔ لکھتے ہیں:

''مقصد واحد کی لگن والا آدمی ہی سیاسی و معاشرتی انقلابات پیدا کرتا ہے، سلطنتیں قائم کرتا ہے اور دنیا کا آئین عطا کرتا ہے''۔۱۶

ایک مرد کامل لوگوں کو کھوٹے کھرے کی تمیز سکھاتا ہے وہ مادی فطرت کی قوتوں کا خوف دلوں سے زائل کر دیتا ہے اس کے ذریعے انسان ایک جماعت کا روپ لے لیتے ہیں جن میں توحید الٰہی جلوہ گر ہوتی ہے۔ خلیفہ عبدالحکیم کے الفاظ میں:

''اسلام اعتدال اور توازن کا نام ہے۔۔۔ اسلام فرد کی نفسیات کے کسی پہلو کو جماعت کے مفاد سے الگ نہیں کرتا۔ اس کی تمام عبادات میں اجتماعی عنصر بہت نمایاں ہے۔ نماز ہو یا روزہ، حج ہو یا زکوۃ سب میں فرد جماعت کے ساتھ وابستہ ہے۔۔۔ اس کے باوجود اسلام نے بڑے زور و شور سے آزادی ضمیر کی تلقین کی اور کہا کہ دین جس میں عقیدہ اور طریق زندگی شامل ہے کسی جبر کو گوارا نہیں کرتا۔ جو چیز اختیار سے قبول نہیں کی گئی اس کی کچھ قدر و قیمت نہیں۔ اقبال کے ہاں ''ربط فرد و ملت'' کا نظریہ اسی اسلامی زاویہ نگاہ سے اخذ کردہ ہے۔ زندگی کی حقیقت مقصد پانا ہے اور مسلمانوں کا مقصد توحید کی حفاظت اور اس کا پھیلنا ہے۔ تمام مقاصد اس کے زیر نگیں ہیں جس قدر کسی کا مقصد بلند ہوتا ہے اتنا اس میں ہمت اور قوت پیدا ہوتی ہے''۔۱۷

چنانچہ علامہ اقبال نے فرد اور ملت کے باہم ربط اور خود انتقادی کو اہم جانا ہے جو انسان کو انفرادی اور اجتماعی دونوں سطحوں پر عیوب سے مبرا کرتی ہے اور ایک ایسی وحدت میں پروتی ہے جس کے نتیجے میں فرقوں، ذات پات اور نسلوں کے امتیازات اٹھ جاتے ہیں۔ انور دل کے الفاظ میں علامہ اقبال بلاشبہ Poet of

"The Humanity" ہیں۔۱۸ ان کے فکری و فلسفیانہ دائرہ خیال کی بنیاد توحید کی حفاظت کے ساتھ ساتھ اس کا فروغ بھی ہے کیونکہ توحید ہر ستی انسان کو اپنے معائب سے آگاہ کرتی ہے اور اس کی شخصیت کی تعمیر و تشکیل کرتی ہے۔اس عمل کے نتیجے میں جو توازن اور حسن وجود میں آتا ہے وہ نائب حق کی پہچان ہے۔

حوالہ جات

1۔ اسلام میں احترامِ انسانیت اور انسانی حقوق کا بنیادی تصور(jang.com.pk)

2۔ محمد اقبال، علامہ، ڈاکٹر، شذرات فکر اقبال، (مرتبہ) جاوید اقبال، جسٹس، ڈاکٹر، مترجم، افتخار احمد صدیقی، ڈاکٹر، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۸۳ء، ص ۶۶

3۔ محمد اقبال، علامہ، ڈاکٹر، کلیات اقبال، لاہور: بزم اقبال، ۱۹۹۴ء، ص ۱۳۷

4۔ ایضاً، ص ۶۹۰

5۔ اسلام کی تعلیماتِ امن و سلامتی—اردو مضامین و مقالات(darululoom-deoband.com)

6۔۔ محمد اقبال، علامہ، ڈاکٹر، کلیات اقبال، لاہور: بزم اقبال، ۱۹۹۴ء، ص ۴۲۷

7۔ ایضاً، ص ۶۸۸

8۔ علامہ اقبال: تجدید فکر اسلامی کے نقیب اقبالیات Nov-2011 نومبر ۲۰۱۱(tarjumanulquran.org)

9۔ محمد اقبال، علامہ، ڈاکٹر، کلیات اقبال، لاہور: بزم اقبال، ۱۹۹۴ء ص ۶۸۳

10۔ محمد اقبال، علامہ، ڈاکٹر، شذرات فکر اقبال، ص ۱۲۴

11۔ ایضاً، ص ۷۷، ۷۸

12۔ ایضاً، ص ۷۷

13۔ ایضاً، ص ۱۳۳

14۔ ایضاً، ص ۱۳۲

15۔ ایضاً، ص ۱۳۶

16 ایضاً، ص ۱۶۹

17 خلیفہ عبدالحکیم، ڈاکٹر۔ فکر اقبال۔ لاہور: بزم اقبال، ۱۹۸۸ء ص ۶۴۵

18. Anwar Dil ,Iqbal: Poet-Philosopher of Universal Values,Vol XIII,)Dost publications ,2013, page35